

تعارف و تبصرہ

محمد الیاس الاعظمی، شاہ مُعین الدین احمد ندوی: حیات و خدمات ،
ادبی دائرہ - اعظم گڑھ (اتر پردیش، ہندوستان)، ۲۰۰۷ء، صفحات ۱۹۰، قیمت ایک سو (ہندوستانی) روپے

سفر اختر *

شاہ معین الدین احمد ندوی (۱۹۰۳-۱۹۷۴ء) عظیم پاکستان و ہند کے معروف علمی ادارے، دارالمصنفین - اعظم گڑھ کے ناظم اور اس کے ترجمان ماہنامہ معارف کے مدیر کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ۱۹۲۳ء میں، جب انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سند فضیلت حاصل کی تو سید سلیمان ندوی نے انہیں اپنی علمی ٹیم کے ”رفیق“ کے طور پر دارالمصنفین بلا لیا۔ سید صاحب دارالمصنفین کی داخلی صورت حال کے تحت پہلے جون ۱۹۴۹ء میں ریاست بھوپال کے قاضی القضاة ہو کر وہاں چلے گئے، اور پھر ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔ قیام بھوپال کے دوران میں سید صاحب نے دارالمصنفین سے اپنا تعلق قائم رکھا تھا اور اس کی نظامت اور معارف کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے، تاہم ادارے کی جملہ علمی ذمہ داریوں کا بوجھ شاہ معین الدین احمد ندوی کے کندھوں پر تھا، اور جب سید صاحب پاکستان چلے آئے تو دارالمصنفین سے ان کا تعلق محض جذباتی و روحانی ہو کر رہ گیا۔ ۱۹۵۰ء کے بعد کا زمانہ دارالمصنفین کے لیے بوجہ بڑا پر آشوب تھا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تقسیم ہند کے پس منظر میں اس دور کی صورت حال پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

تصنیفی و تحقیقی اداروں کے لیے جن کی بنیاد اسلام کے خزانہ عامرہ کی حفاظت و اشاعت پر تھی، اور جن کا خمیر سیرت نبوی اور تاریخ اسلام سے اٹھایا گیا تھا، زندگی کا میدان تنگ اور مستقبل تاریک سے تاریک تر نظر آ رہا تھا، سیاسی اور اقتصادی انقلاب نے علمی ذوق، اسلامی کتابوں کی اشاعت اور تحقیقی کام کو بے وقت کی شہنائی قرار دے دیا تھا، مسلمانوں کا جذبہ اعانت و ایثار مفلوج سا ہو گیا تھا، علمی و دینی اور خصوصیت کے ساتھ بلند پایہ تحقیقی کتابوں کی خریداری اور ایسے اداروں کی سرپرستی کا جذبہ سرد، بلکہ مردہ ہوتا جا رہا تھا۔ دارالمصنفین کی کتابوں کے دو مارکیٹ اور اس کے قدر دانوں کے دو اہم و فعال حلقے تھے، پنجاب اور

حیدرآباد۔ ایک [نوآزاد ہندوستان] سے کٹ چکا تھا، دوسرا انقلاب و حوادث کا شکار تھا (پرانے چراغ، حصہ اول، ص ۳۵۶-۳۵۷)۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کی مانند ادارے کو اپنی ان تھک کوششوں سے ساحل مراد پر پہنچایا۔ اس کی مالی حالت کو مستحکم کیا، جاری علمی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، اور بزمِ معارف کی رونق کو مانند پڑنے دیا۔ ۱۹۶۵ء میں دارالمصنفین کی گولڈن جوہلی شایانِ شان طریقے سے منائی۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے بطور مصنف و محقق اسلام کی تاریخ و تہذیب، سوانح نگاری اور اردو شعر و ادب کی تنقید کے میدانوں میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ان کی مرتبہ تاریخ اسلام بر عظیم کی اکثر جامعات کے شعبہ ہائے تاریخ و اسلامیات کے نصابات کا جز ہے، اور غالباً اس موضوع پر بازار میں دستیاب دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مقبول بھی ہے۔ ان کی دوسری کتابوں میں سلسلہ سیر الصحابہ کی جلد سوم، ششم اور ہفتم کے ساتھ تابعین اور حیات سلیمان نمایاں ہیں۔ حیات سلیمان سے پہلے شاہ صاحب کے استاذ گرامی سید سلیمان ندوی کی سوانح و خدمات پر دو چار کتابیں شائع ہو چکی تھیں، مگر حیات سلیمان کی جگہ خالی تھی جو اس کی تصنیف و اشاعت کے ساتھ ہی پُر ہوئی۔ اسلامی تاریخ و تہذیب سے ان کی دلچسپی ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے شامی عالم علامہ محمد کرد علی (م ۱۹۵۳ء) کی الاسلام و الحضارة العربیہ کو اسلام اور عربی تمدن کے نام سے اردو کا جامہ پہنایا۔ اردو اور فارسی شعر و ادب سے ان کی دلچسپی کا مظہر خریطۃ جواہر (مرتبہ مظہر جان جاناں) کا ترجمہ و تشریح اور وہ متعدد مقالات ہیں جن میں سے چند ایک ادبی نقوش کے نام سے شائع ہوئے تھے۔

شاہ صاحب کی رحلت پر کچھ تعزیتی مضامین شائع ہوئے تھے، اور ایک دو رسالوں نے ان کی یاد میں خصوصی اشاعتیں بھی مرتب کی تھیں، تاہم ان کے مقام و مرتبہ کے عالم و مصنف کی مستقل بالذات سوانح عمری کا مرتب کیا جانا ضروری تھا۔ محمد الیاس الاعظمی: دارالمصنفین اور دبستان شبلی کے رجال کار سے دلی تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے دارالمصنفین کی تاریخی خدمات (پنڈ: خدا بخش پبلک لائبریری، ۲۰۰۲ء) میں شاہ صاحب کی تاریخی تالیفات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا تھا، اب انہوں نے شاہ صاحب کی حیات و خدمات کا مفصل تر جائزہ زیر نظر کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ کتاب کے باب اول میں ان کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب دوم ان کی تصنیفات و تراجم کے تعارف پر مشتمل ہے۔ باب سوم، چہارم اور پنجم میں ان کی تذکرہ نگاری، ادبی و تنقیدی بصیرت اور

تاریخ نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب ششم میں ان کے اسلوب نگارش پر، اور باب ہفتم میں ان کے افکار و خیالات پر گفتگو کی گئی ہے۔ آخر میں بطور باب ہشتم، چند معروف اہل علم و دانش - شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد عثمان قاسمی، جناب عبداللطیف اعظمی اور قاضی اطہر مبارک پوری - کے نام ان کے مکتوبات درج کیے گئے ہیں۔ ان مکتوبات سے بھی ان کے افکار و خیالات، دلچسپیوں اور طرز فکر پر روشنی پڑتی ہے۔

جناب محمد الیاس الاعظمی نے شیخ احمد عبدالحق رودولوی (م ۱۴۳۴ھ) کے مجموعہ ملفوظات انوار العیون فی اسرار المکنون (مرتبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے اردو ترجمے (مطبوعہ اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۲۸ء) کو سید صباح الدین عبدالرحمن کی شہادت پر شاہ معین الدین احمد ندوی کی جانب منسوب کیا ہے۔ سید صباح الدین عبدالرحمن کی شہادت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، تاہم یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے انوار العیون کی مذکورہ اشاعت پر اپنا نام کیوں شائع نہ کیا۔ انوار العیون کا ایک ترجمہ الدر المکنون کے نام سے رمضان ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں مطبع مجتہائی - دہلی سے شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ محمد نظام الدین عشق کیرانوی کی کاوش کا نتیجہ تھا۔ مطبع معارف کی اشاعت انوار العیون ہمارے پیش نظر نہیں کہ دونوں تراجم کا موازنہ کر کے ہم کوئی نتیجہ اخذ کر سکتے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مطبع معارف کی اشاعت اولین ترجمے پر ہی مشتمل ہو، یا اس میں معمولی حک و اضافہ کر دیا گیا ہو، اور مترجم کا نام دینا کسی وجہ سے مناسب خیال نہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم کتاب میں شامل تقدیمات میں جناب محمد الیاس الاعظمی کی کاوش کو بجا طور پر سراہا گیا ہے۔ انہوں نے واقعی اس مختصر کتاب میں شاہ معین الدین احمد ندوی کی حیات و خدمات کی اچھی اور نہایت عمدہ تصویر پیش کی ہے۔ ناشر نے کتاب مناسب معیار طباعت پر شائع کی ہے۔

